13
پروفیسر عتیق اللہ

13.1 تعارف

مدھیہ پردیش کے شہر اُجّین میں 12/جولائی 1942ء کو پروفیسر عتیق اللہ کی ولادت ہوئی۔ ان کے والد کا نام عبدالقادر اور والدہ کا نام حنیفہ بیگم تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم اُجّین ہی میں ہوئی۔ انھوں نے 1957ء میں میٹرک اور 1959ء میں بارہویں کے امتحانات پاس کیے۔ مادھو کالج اُجّین سے بی۔اے۔ کرنے کے بعد اسی کالج سے 1970ء میں انگریزی میں ایم۔اے۔ کیا اور 1972ء میں دوسرا ایم۔اے۔ اردو سے کیا۔ 1976ء میں عتیق اللہ نے مراٹھواڑہ یونیورسٹی سے اردو میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ کچھ عرصہ مولانا آزاد کالج اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں بحیثیت لیکچرر ملازمت کرنے کے بعد مستقل طور پر 1978ء میں شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے اور یہیں سے 2005ء میں سبکدوش ہوئے۔

پروفیسر عتیق اللہ نے چودہ برس کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا اور بہت جلد ادبی حلقوں میں بحیثیت شاعر اُن کی شہرت ہوگئی۔ عتیق اللہ بیک وقت شاعر، نقاد، ڈراما نگار، صحافی اور مترجم ہیں۔ ان کی شاعری کے دو مجموعے ''ایک سو غزلیں'' اور ''بین کرتا ہوا شہر'' کے نام شائع ہو چکے ہیں۔ ''قدر شناسی''، ''ترجیحات''، ''تعصّبات''، ''تنقید کا نیا محاورہ'' ان کی تنقیدی کتابیں ہیں۔ ''ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ'' اصطلاحات پر ان کی ایک اہم کتاب ہے۔ ''پیچھے کوئی ہے؟'' کے نام سے ان کا تحریر کردہ ایک ڈرامہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔ اِن کے علاوہ انھوں نے متعدد ادبی موضوعات پر کتابیں بھی مرتب کی ہیں۔ عہدِ حاضر میں پروفیسر عتیق اللہ کو اردو ادب، خصوصاً تنقید میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔

نوٹس

13.2 اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ

- سنت کبیر داس کے بارے میں جان سکیں گے؛
- سادھوسنتوں کی زندگی کے بارے میں جان سکیں گے؛
- کبیر داس کی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کر سکیں گے؛
- ہندوستانی شاعروں کی ایک مشہور صنف دوہا سے واقف ہو سکیں گے؛
- مذہب کے بارے میں کبیر داس کی رائے سے واقف ہو سکیں گے؛
- دوہے کی زبان کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں گے۔

13.3 اصل سبق

آیئے ''سنت کبیر داس'' مضمون کو پڑھ لیں

سنت کبیر داس

کبیر، سنت کبیر اور کبیر داس کے ناموں سے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کاشی (بنارس) کے نزدیک لہر تارا نام کے ایک تالاب کے کنارے پر نیرو اور اس کی بیوی نعیمہ کو ایک نوزائیدہ بچہ ملا، جسے وہ اپنے گھر لے آئے اور اس کا نام کبیر رکھا۔ یہ واقعہ کوئی ساڑھے پانچ سو برس پہلے کا ہے۔

نیرو جولاہا مسلمان تھا۔ کتائی بنائی جس کا خاندانی پیشہ تھا۔ کبیر نے بھی اس کام کو سیکھا، لیکن ان کا جی اس میں نہیں لگتا تھا۔ انھیں رام کے بھجن گانے اور رام کی بھگتی میں روحانی سکون ملتا تھا۔ وہ ذات پات، چھوا چھوت اور مورتی پوجا کے خلاف تھے۔

کبیر داس اپنے آپ کو وشنو کا بھگت کہا کرتے تھے۔ وہ پیشانی پر قشقہ لگاتے تھے اور گلے میں مالائیں ڈالے رکھتے تھے۔ ان کی بھگتی اور روحانیت نے اس زمانے کے سب سے بڑے ویشنو بھگت سوامی رامانند کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ سوامی جی کے مریدوں میں داخل ہو گئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق وہ صوفی شیخ پیر تقی کے شاگرد بھی تھے۔

بھگت: ماننے والا، معتقد

قشقہ: پیشانی پر لگایا جانے والا تلک یا ٹیکہ

کبیر داس پڑھے لکھے نہ تھے، نہ انھوں نے کسی مکتب میں باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی۔ ممکن ہے کہ ہندو دھرم، تصوف اور اسلام کا علم انھیں سوامی رامانند اور شیخ پیر تقی کی مجلسوں اور صحبتوں سے حاصل ہوا ہو۔ وہ ایک سچے

خداپرست انسان تھے، انھیں مال و دولت کا لالچ تھا، نہ جسمانی آرائش سے کوئی رغبت تھی۔ دنیا کی ساری آسائشیں ان کے سامنے ہیچ تھیں۔ کبیر داس نے عوام میں پھیلے ہوئے کئی بھرم توڑے۔ انھیں سنیاسیوں، بھگتوں اور صوفیوں کی سنگت پسند تھی۔ حاکموں، دولت مندوں اور رسوم کے مارے ہوئے لوگوں سے انھیں کوئی غرض نہ تھی۔ مذہب کے ٹھیکیداروں، پنڈتوں، پروہتوں اور مولویوں سے وہ دور بھاگتے تھے۔

کبیر داس کو مالک حقیقی کی ذات پر پورا بھروسہ تھا۔ ان کا یقین تھا کہ جو لوگ سچے دل سے اس کی عبادت کرتے ہیں، انھیں کو سچی خوشی ملتی ہے۔ خدا کہیں باہر نہیں ہے، ہمارے اندر ہی ہے۔ جس کا دل چھل کپٹ سے پاک ہے، اس کا دیدار بھی اسی کو نصیب ہوتا ہے۔

پورب دسا ہری کا باسا، پچھّم الہ مکاما
دل نہیں کھوج دلے دلی کھوجھوائیں رحیما راما

(پورب کی طرف (جگن ناتھ پوری) میں ہری کا مقام ہے اور پچھّم (کعبہ) کی طرف اللہ کا گھر ہے۔ لیکن اے انسان تو اسے اپنے دل ہی میں تلاش کر یہی وہ جگہ ہے جہاں رام بھی بستے ہیں اور رحیم بھی)

کبیر داس کے نزدیک خدا ایک ہے۔ ہم اس میں ہیں، وہ ہم میں ہے۔ یہ ہماری فہم کا قصور ہے کہ اس راز سے بے خبر ہیں۔ ہم نے ہی درمیان میں شک کے پردے حائل کر رکھے ہیں جن کے باعث اس کے عرفان سے محروم رہتے ہیں۔ ورنہ وہ کہاں نہیں ہے۔ وہ تو ہمارے دل میں اس طرح ہے جس طرح آنکھ میں پتلی، تل میں تیل اور چقماق میں آگ۔

تیرا سائیں تجھ میں بسے جیون پہوپن میں باس
کستوری کا مرگ جیوں، پھر پھر ڈھونڈھے گھاس

(تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح پھولوں میں بُو اور تو اس کو ادھر ادھر تلاش کرتا پھرتا ہے، جس طرح ہرن اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ نافہ اس کے جسم میں ہے اور وہ ادھر ادھر گھاس میں ڈھونڈھتا پھرتا ہے)

کبیر داس کے بارے میں سب ہی جانتے ہیں کہ وہ پریم کے پجاری تھے، بھگتی ان کا عقیدہ تھی۔ محویت کی وہ اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ساری دوئی مٹ جاتی ہے۔ سرشاری اور سرمستی کی اس کیفیت کا نام ان کے یہاں پریم ہے۔

جوگھٹ پریم نہ سنچرے، سوگھٹ جان مسان
جیسے کھال لوہار کی، سانس لیت بن پران

(جس دل میں عشق کا جذبہ بیدار نہیں ہوتا، وہ دل مرگھٹ کی طرح ہے، جیسے لوہار کی دھونکنی بغیر جان کے سانس لیتی ہے)

کبیر داس، محبت ہی کو سارے مذاہب کی روح خیال کرتے تھے۔ یہ محبت ہی ہے جو سارے دلوں کو ایک

ہیچ: حقیر

عوام: عام لوگ

بھرم: غلط فہمی

فہم: سمجھ

عرفان: پہچان

محویت: خودفراموشی

دوئی: دور سمجھنا، غیریت

سرشاری: مستی، مدہوشی

سرمستی: مدہوشی

دوسرے سے جوڑے رکھتی ہے۔ دلوں کی پاکیزگی اور روح کی صداقت کا دوسرا نام محبت ہے۔ جن کے یہاں مذہب کی ظاہری نمائش ہے، وہی رسموں اور وہموں سے باہر نہیں نکلتے اور آپس میں جھگڑے فساد پیدا کرتے رہتے ہیں۔

وہی مہادیو وہی محمدؐ برہما آدم کہیے
کوئی ہندو، کوئی ترک کہاوے، ایک جی پر رہیے
وید، کتاب پڑھے وے کتبا- وے مولانا وے پانڈے
بگت بگت کے نام دھرایو اک ماٹی کے بھانڈے

(وہی مہادیو ہے، وہی محمدؐ، اسی کو برہما، اسی کو آدم کہتے ہیں۔ ایک زمین پر رہتے ہیں اور کوئی مسلمان، کوئی ہندو کہلاتا ہے۔ کوئی وید پڑھتا ہے، کوئی کتاب (قرآن) اور خطبہ، کوئی مولانا ہے کوئی پانڈے، نام الگ الگ ہیں اگرچہ ایک مٹی سے بنے ہیں۔)

کبیر داس کو اس بات کا بھی دکھ ہے کہ لوگ موہ مایا میں گرفتار رہتے ہیں، انھیں زندگی کی حقیقت ہی کا علم نہیں ہے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے جو دنیا کو جتنا گلے لگاتا ہے، اتنا ہی وہ دکھی ہوتا ہے۔

سکھیا سب سنسار کھاوے او رسووے
دکھیا داس کبیر جاگے اور رو وے

(دنیا کے لوگ اصلیت کو تو سمجھتے نہیں، فریب کھا رہے ہیں اور اپنی حالت میں خوش ہیں۔ کبیر جس نے اصلیت کو سمجھ لیا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کی حالت کیسی افسوس ناک ہے۔ یہ سمجھ کر رو رہا ہے)

کبیر کی زندگی کے ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کے بارے میں تصدیق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کتنے صحیح ہیں اور کتنے ان کے عقیدت مندوں کی طرف سے گڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی موت کے بارے میں بھی ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ہندو اور مسلمان دونوں ہی فرقے کے لوگ اپنے اپنے طریقے سے ان کی آخری رسوم ادا کرنا چاہتے تھے۔ دونوں فرقے ایک دوسرے کے سامنے لڑنے مرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ لیکن جب کبیر داس کی لاش پر سے چادر ہٹائی گئی تو ان کی لاش پھولوں کے ایک ڈھیر میں بدل چکی تھی۔ اس طرح دونوں فرقوں نے ان پھولوں کو آپس میں بانٹ لیا اور اپنے اپنے طریقے سے آخری رسوم ادا کر دیں۔

برہما: قادرِ مطلق، خدائے تعالیٰ

فانی: مٹ جانے والا

نوٹس

دوہے

چلتی چکّی دیکھ کے دیا کبیرا روئے
دوئی پٹ بھیتر آئی کے ثابت گیا نہ کوئے

(چلتی چکّی دیکھ کر، کبیر رو دیا۔ دو پاٹوں (یعنی آسمان اور زمین) کے بیچ میں آکے کوئی ثابت نہیں بچا)

جوتو کو کانٹا بووے تاہی بووے تو پھول
تو ہی پھول کے پھول ہیں واکو ہیں ترسول

(جو تیرے لیے کانٹے بوئے اس کے لیے تو پھول بو۔ تجھے تو پھول کے پھول رہیں گے اور اس کے کانٹے اسے ترشول ہو جائیں گے۔ یعنی اسی کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوں گے)

برا جو دیکھن میں چلا، بُرا نہ ملیا کوئے
جو دل کھوجوں آپنا، مجھ سے برا نہ کوئے
مرجاؤں گا مانگوں نہیں اپنے تن کے کاج
پر مارتھ کے کارخانے ، موں ہی نہ آوے لاج

(میں چاہے مرجاؤں لیکن اپنے واسطے کچھ نہیں مانگوں گا۔ ہاں دوسروں کے واسطے (یعنی دوسرے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے) مانگنے میں مجھے شرم نہیں آتی)۔

ماٹی کہے کمہار سے تو کیا روندے موں ہی
اک دن ایسا ہووے گا میں روندوں گی تو ہی

(مٹی کمہار سے کہتی ہے تو مجھے کیا روندتا ہے۔ ایک دن آئے گا جب میں تجھے روندوں گی۔)

کبیر گرب نہ کیجیے، کال گہے کر کیس
ناجانوں کہاں مار ہے کے گھر کے پردیس

(کبیر غرور کبھی نہ کرنا، کیوں کہ موت بالوں کو پکڑے کھڑی ہے۔ وہ گھر کے اندر یا پردیس میں کہاں اور کب مار دے، کچھ نہیں کہا جا سکتا)۔

13.4 تشریح متن

’’کبیر، سنت کبیر اور کبیر داس..................شیخ پیرتقی کے شاگرد بھی تھے‘‘

مضمون کے اس حصے کو مضمون کی تمہید کہا جائے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ تمہید مضمون کا وہ حصہ ہے جہاں مصنف موضوع کا تعارف اس ڈھنگ سے کراتا ہے کہ پڑھنے والے اسے پڑھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک سوانحی مضمون ہے۔ سنت کبیر ہمارے اہم اور معتبر شاعر ہیں۔ ان کے کئی نام ہیں۔ کبیر، سنت کبیر، کبیر داس اور بعض لوگ کبیرا بھی

ماڈیول–II

نوٹس

کہتے ہیں۔ سنت کے ہندی مترادفات میں سادھو، بھگت، داس، رشی، منی وغیرہ ہیں۔ کبیر آج سے ساڑھے پانچ سو برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی پیدائش کے متعلق صحیح معلومات نہیں ہیں۔ تاہم اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ کاشی (بنارس) میں لہرتارا نامی تالاب کے کنارے ایک کپڑا بننے والے نیرو اور اس کی بیوی نعیمہ کو ملے تھے، یہی بچہ کبیر داس کے نام سے مشہور ہوا۔ اس حصے میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کسی بھی بڑے ادیب و شاعر یا کسی اور عظیم ہستی کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ بچپن سے ہی انھیں کاموں سے زیادہ دلچسپی دکھاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مشہور ہوتے ہیں، جیسا کہ کبیر کتائی بنائی کا کام سیکھنے کے بجائے دن رات ایشور کی بھگتی میں مگن رہتے تھے۔ ذات پات، چھوا چھوت جیسی سماجی برائیوں سے دور رہنے لگے تھے۔ وہ اکثر پیشانی پر ٹیکہ لگاتے تھے اور گلے میں مالا پہنتے تھے اور وشنو کی بھگتی میں وہ روحانی سکون محسوس کرتے تھے۔ ان کے عہد کے ایک نامی گرامی سنت سوامی رامانند بھی کبیر کی بڑی تعریف کرتے تھے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبیر کی بھگتی دور دور تک مشہور تھی۔

13.5 زبان کے بارے میں

''سنت'' ہندی کا لفظ ہے۔ کبیر کے ساتھ ''داس'' لگا ہوا ہے۔ ''داس'' کسی ذات کا نام نہیں اور نہ یہ کسی قوم یا گروہ کا نام ہے۔ داس کے لغوی معنی غلام، نوکر، شودر کے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ گھر میں کام کرنے والے سے لے کر کسی راجہ، یا بڑے لوگوں کی خدمت گزاری کرنے والے لوگوں کو داس کہا جاتا ہے، لیکن کبیر داس کسی کے داس نہیں تھے۔ وہ داس تھے ایشور کے، جہاں ان کے نام میں 'داس' کا مفہوم بڑے ہی وسیع معنی رکھتا ہے۔

بھجن اور بھگتی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہندوستان میں صوفی سنت لوگ بھگوان کی عبادت گا کر بھی کرتے ہیں۔ جو گیت بھگوان کی تعریف کے لیے گائے جاتے ہیں، انھیں بھجن کہتے ہیں۔

متن پر مبنی سوالات 13.1

1۔ 'سنت' سے متعلق جتنے مترادفات آپ کو یاد ہیں انھیں لکھیے۔

2۔ مندرجہ ذیل جملوں پر (✓) یا (x) کا نشان لگائیں

a) کبیر اپنے عہد کے بہت بڑے سیاست داں تھے۔

b) کبیر کا پیشہ سرکاری ملازمت تھا۔

c) وہ ایشور کی پوجا میں مگن رہتے تھے۔

d) وہ اپنے آپ کو وشنو کا بھگت کہا کرتے تھے۔

e) وہ من لگا کر کتائی بنائی کرتے تھے۔

3۔ کبیر کے ماں باپ کا نام لکھیے اور بتایئے کہ انھیں کن کن ناموں سے پکارا جاتا تھا۔

نوٹس

4 مندرجہ ذیل الفاظ کی مدد سے خالی جگہوں کو بھریں

ذات پات، رام کی بھگتی، کتائی بنائی، لہر تارا، بھجن۔

(a ....نام کا ایک تالاب واقع ہے جس کے کنارے پر نیرو اور اس کی بیوی کو ایک نوزائیدہ بچہ ملا۔

(b نیرو جولاہا مسلمان تھا جس کا خاندانی پیشہ............تھا۔

(c وہ............اور مورتی پوجا کے خلاف تھے۔

(d انھیں رام کے............گانے اور............میں روحانی سکون ملتا تھا۔

13.6 تشریح متن

کبیر داس پڑھے لکھے......بغیر جان کے سانس لیتی ہے۔''

اس حصے میں مصنف نے کبیر داس کے فلسفۂ حیات اور زندگی گزارنے کے طریقے پر روشنی ان کے دوہوں کی مدد سے ڈالی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کبیر داس اپنے عہد کے ہی نہیں، ہندستانی تہذیب کے سچے اظہار کے ایسے شاعر ہیں، جو ہر عہد میں تر و تازہ دکھائی دیتے ہیں۔

کبیر نے کسی اسکول میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ ان کا اسکول زندگی ہے۔ ان کے گرو سوامی رامانند اور پیر تقی ان کے استاد تھے، جن سے کبیر نے انسانیت کا پیغام سیکھا۔ دولت کو ٹھوکر مارنا اور خدا سے لو لگانا سیکھا۔ انسانوں کی خدمت کرنا سیکھا۔ اس طرح کبیر نے اپنے زمانے کی سماجی برائیوں، مثلاً ڈھونگ، خودغرضی کی مذمّت کی۔ ان کا خیال تھا کہ اچھے لوگوں کی صحبت سے انسان کے اندر بڑی بڑی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خدا پر اگر یقین ہو تو بڑی سے بڑی مصیبت ٹل جاتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کو زندگی کی اصلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

کبیر کا ماننا ہے کہ خدا آدمی کے اندر ہی ہے۔ اسے آسمان یا قدرت کے نظاروں میں ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس کا من صاف ہو، وہ خدا کا دیدار کر سکتا ہے۔ اس بات کو کبیر نے اپنے دوہے میں بیان کیا ہے۔

اس حصے میں دوہے کے جو تین اشعار پیش کیے گئے ہیں اور مصنف نے جو معنی بتائے ہیں، اسے پڑھ کر آپ کبیر کے خیالات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ ان اشعار میں تشبیہ کی مدد سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ خدا انسان کے دل میں پھول میں چھپی خوشبو کی طرح ہے۔ اسے کعبہ یا جگن ناتھ پوری میں ڈھونڈھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

13.7 زبان کے بارے میں

- مصنف نے مضمون میں جس زبان کو برتا ہے، اس سے بہت مختلف زبان کبیر نے اپنے دوہوں میں استعمال کی ہے۔ کبیر جب شاعری کر رہے تھے، اس وقت کی اردو کچھ اسی شکل کی تھی جس میں عربی اور فارسی کے الفاظ کو ہندی تلفظ کے اعتبار سے کبیر نے استعمال کیا۔ مثلاً

- دوہا نمبر ایک میں ''مکاما'' دراصل مقام ہے۔ یہاں 'ق' کو 'ک' کے طور پر استعمال کرتے ہوئے آخری 'میم' میں الف بڑھا دیا گیا ہے۔ یہ ضرورتِ شعری ہے۔ اسی طرح سے رحیم کو رحیما کر دیا گیا ہے۔ کبیر کی زبان 'کھڑی بولی' سے تعلق رکھتی ہے۔
- مصنف نے ایک جگہ خدا کو انسان کے دل میں ہونے کی تشبیہ آنکھ میں پتلی، تل میں تیل اور چقماق میں آگ کے ہونے سے دی ہے۔
- کبیر نے اکثر اپنی بات کو تشبیہوں سے واضح کیا ہے۔ مثلاً انھوں نے دوہا نمبر (2) میں خدا کے انسان کے دل میں ہونے کی تشبیہ پھول میں خوشبو کے ہونے سے دی ہے اور آخر میں جس دل میں عشق، پریم نہیں ہوتا، اس دل کو مرگھٹ کہا ہے اور اس کی تشبیہ اس دھونکنی سے دی ہے جو بغیر جان کے سانس لیتی ہے۔

متن پر مبنی سوالات 13.2

صحیح جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

1۔ کبیر داس مندرجہ ذیل میں سے کن دو صوفیوں کے شاگرد بتائے جاتے ہیں۔

a) کمان داس

b) رام ریکھا داس

c) گورکھ ناتھ

d) سوامی رامانند

e) شیخ پیر تقی

2۔ مندرجہ ذیل جملوں میں سے کون کون سے جملے صحیح ہیں۔ صحیح جملوں پر (✓) کا نشان لگائیں۔

a) کبیر داس نے آکسفورڈ انگلینڈ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

b) کبیر داس پڑھے لکھے نہ تھے۔

c) کبیر داس مذہب کے ٹھیکیداروں، پنڈتوں اور مولویوں سے دور بھاگتے تھے۔

d) خدا کہیں باہر نہیں ہے، ہمارے اندر ہے۔

e) کبیر داس کرشن بھگت تھے۔

f) کبیر داس وشنو بھگت تھے۔

3۔ کبیر داس کا کوئی ایک دوہا لکھیے جو آپ کے سبق میں شامل ہے۔

4۔ مقام کو کبیر نے مکاما کیوں لکھا ہے؟

13.8 تشریح متن

''کبیر داس محبت ہی کو............آخری رسوم ادا کردیں''

مضمون نگار نے اس حصے میں تین باتوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے۔پہلی بات یہ کہ محبت ہی زندگی کا واحد راستہ ہے جس کو اختیار کرکے ہم سکون وچین سے اس دنیا میں اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔ ہر چیز میں خدا چھپا بیٹھا ہے،لہٰذا ہمیں دنیا کے ہر انسان، چرند و پرند، سب سے محبت اور پیار سے پیش آنا چاہیے۔

دوسری بات اس حصے میں جو بتائی گئی ہے، وہ ہے''موہ'' اور''مایا''۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے لوگ دنیا سے اتنی موہ مایا پیدا کرلیتے ہیں،یعنی وہ زندگی میں کچھ بننے کے لیے اتنے لالچی بن جاتے ہیں کہ اپنوں بے گانوں کو ہی نہیں، خدا کو بھی بھول جاتے ہیں۔ہمیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ زندگی چار دن کی ہے۔آخر ایک دن سبھی کو مرجانا ہے پھر یہ موہ مایا اور جھگڑے فساد بے کار ہیں۔

تیسری بات یہ کہ ہمیں مذہب کی بنیاد پر جھگڑے فساد نہیں کرنے چاہئیں، کیونکہ دنیا کے سارے مذاہب ایک ہی ہیں۔خدا ایک ہے جس کے کئی نام ہیں،یعنی وہی مہادیو، وہی اللہ اور برہما ہے اور اس طرح کوئی ہندو، کوئی ترک، کوئی انگریز، کوئی سکھ کہلاتا ہے۔

نام کچھ بھی ہو۔سبھی انسان ہیں اور ایک ہی طرح سے پیدا ہوتے ہیں اور سب ایک جیسی شکل وصورت رکھتے ہیں۔

دنیا کے لوگ دنیا کی اصلیت سمجھیں۔یہ دنیا چار دن کی چاندنی ہے اور پھر اندھیری رات ہے۔

اس حصے میں کبیر کی زندگی کے واقعات میں سے ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔

13.9 زبان کے بارے میں

- ''موہ مایا'' سے مراد انسان کے اندر دنیا سے ایسی لگاوٹ ہے، جہاں انسان انسانیت کو بھول جائے اور دولت کے پیچھے بھاگنے لگے۔اس کے نزدیک دولت کے سوا کسی بھی شے کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

متن پر مبنی سوالات 13.3

1۔ مندرجہ ذیل لفظوں کی مدد سے خالی جگہوں کو بھریے۔

پھولوں، فریب، محبت، فانی

a) دلوں کی پاکیزگی اور روح کی صداقت کا دوسرا نام............ہے۔

b) دنیا کے لوگ اصلیت تو سمجھتے نہیں،............کھا رہے ہیں۔

ماڈیول–II

نوٹس

(c دنیا کی ہر چیز .... ہے۔

(d کبیر کی لاش پر سے چادر ہٹائی گئی تو ان کی لاش .... کے ایک ڈھیر میں بدل چکی تھی۔

2۔ کبیر کی موت سے متعلق کون سا واقعہ مشہور ہے۔

3۔ اس حصے میں مضمون نگار نے جن تین باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے ان میں سے ایک کے بارے میں مختصراً لکھیں۔

4۔ 'موہ مایا' کا مطلب ہے

(a دولت کے سوا کسی بھی شے کی کوئی حقیقت نہیں۔

(b ''موہ مایا'' کس چیز سے بیزار ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

13.10 تشریح متن

اس حصے میں ان کے چھ دوہے لکھے گئے ہیں اور مضمون نگار نے ان کے معنی بھی بتائے ہیں۔ آپ انھیں پڑھ کر ان پر غور کریں۔

ان دوہوں میں کبیر نے انسانیت کا پیغام دیا ہے اور بتایا ہے کہ دنیا میں ہر آنے والا انسان، پریشانیوں میں گھر جاتا ہے۔ جو لوگ دوسروں کی راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں، وہ کانٹے انھیں کو پہلے چبھتے ہیں۔ ہر انسان کو پہلے اپنے اندر جھانک لینا چاہیے کہ وہ خود کتنا برا یا اچھا ہے۔ اس کے بعد ہی دوسروں کی برائی کے پیچھے پڑنا چاہیے۔ آخر کے دو دوہوں میں کہا گیا ہے کہ انسان کو صرف خدا سے مانگنا چاہیے۔ کسی انسان کے آگے ہاتھ پھیلانے سے کچھ نہیں ملتا۔ کمہار جب برتن بناتا ہے تو اس وقت مٹی کہہ رہی ہوتی ہے کہ آج تو مجھے روند رہا ہے (گوندھ رہا ہے) کل میں تجھے روندوں گی، اس لیے گرب یعنی گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ موت کسی بھی پل آسکتی ہے۔

13.11 زبان کے بارے میں

- دوہوں کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ احساس ہوتا ہے کہ کبیر نے لفظوں کے تلفظ کو ویسے ہی لکھا ہے، جس طرح عام لوگ اور ان پڑھ لوگ بولتے ہیں۔ مثلاً دوہا ایک میں کبیر نے اپنے کو کبیرا بولا ہے۔
- ''واکو' کے معنی 'کو' کے ہیں۔ پہلے اسے اسی طرح بولا جاتا تھا۔ 'ملیا' کا مطلب ہے ملا۔ اسے بھی پہلے ایسے ہی بولا جاتا تھا۔ آپنا، اپنا کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ کاج کے معنی کام کے ہیں۔
- موں ہی، مجھے، اور تو ہی، تمھیں کے معنی میں آیا ہے۔
- اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کبیر کے زمانے میں اردو کس طرح بولی جاتی تھی اور اس میں کون کون سی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔

ماڈیول–II

نوٹس

متن پرمبنی سوالات 13.4

1۔ مندرجہ ذیل دوہے میں کیا کہنے کی کوشش کی گئی ہے؟

چلتی چکّی دیکھ کے دیا کبیرا روئے
دوئی پٹ بھیتر آئی کے ثابت گیا نہ کوئے

2۔

بُرا جو دیکھن میں چلا بُرا نہ ملیا کوئے
جو دل کھوجوں آپنا مجھ سے بُرا نہ کوئے

مندرجہ بالا دوہے کی لائن میں 'فعل' دیکھن اور ملیا کو آج ہم کیسے لکھتے ہیں۔

3 بورے، واکو، تو ہی، آپنا—— کو آج ہم کس طرح لکھتے ہیں۔

13.12 انداز بیان

اس مضمون میں سہل اور ہندی آمیز زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہندوستانی تہذیب اور صوفی سنتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے یہاں پران سے متعلق ہندی اصطلاحوں کو برتا گیا ہے۔ اس سبق میں شامل دوہوں کی زبان قدیم اردو کی مثالیں ہیں۔

13.13 آپ نے کیا سیکھا

- کبیر داس شاعر ہی نہیں، ہندوستان کے اہم صوفی سنتوں میں سے ایک ہیں۔
- وہ ہندو مسلم سکھ عیسائی میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔
- ان کا مذہب محبت تھا۔
- دنیا موہ مایا کا جال ہے، اس لیے ہمیں صرف خدا سے محبت کرنی چاہیے۔
- خدا دنیا کے ہر انسان اور چرند و پرند میں ہے، اس لیے دنیا کی ہر شے کی عزت کرنی چاہیے۔
- مذہب کی بنیاد پر ہمیں ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ جھگڑے فساد نہیں کرنے چاہئیں۔
- کبیر داس نے اپنے دوہوں میں انسانیت کا پیغام دیا ہے اور اپنی زندگی کے تجربات بیان کیے ہیں۔
- انھوں نے اپنے دوہوں میں خوبصورت تشبیہوں کا استعمال کیا ہے۔
- کبیر کی زبان اردو کی ابتدائی زبان و اسلوب کی مثال ہے۔
- ہندوستانی شاعری میں ''دوہا'' زمانہ قدیم میں غزل کی طرح مشہور صنف شاعری تھی اور آج بھی دوہے لکھے

جا رہے ہیں۔

13.14 مزید مطالعہ

- کبیر کے کچھ اور دوہے پڑھیے اور یاد کیجیے۔
- کبیر کی زندگی سے متعلق کچھ اور واقعات جاننے کی کوشش کیجیے۔

13.15 اختتامی سوالات

1۔ تشبیہ کی تعریف کیجیے اور کبیر داس کے کسی ایک دوہے سے مثال دیجیے۔

2۔ ''دوہا'' کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

3۔ کبیر کی زبان پر اظہار خیال کیجیے۔

4۔ کبیر کا پیغام کیا تھا۔ مختصر لکھیے۔

5۔ کبیر کے کسی ایک دوہے کو لکھیے اور اس پر اظہار خیال کیجیے۔

6۔ کبیر نے کیسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

7۔ کبیر کی موت کے بارے میں بہت سے قصے مشہور ہیں، کسی ایک کے بارے میں لکھیے۔

8۔ کبیر کے زمانے کی اردو کی کیا صورت تھی، لکھیے۔

9۔ موہ مایا کے سلسلے میں کبیر نے کیا بات کہی ہے؟

10۔ کبیر کے حالات زندگی سے آپ نے کیا سبق لیا، اپنے لفظوں میں لکھیے۔

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

13.1

1۔ سادھو، بھگت، داس، رشی، منی، صوفی، فقیر۔

2۔ a) x

b) x

c) x

d) ✓

e) x

3۔ کبیر کے والد بزرگوار کا نام نیرو تھا اور ماں کا نعیمہ تھا۔ وہ سنت کبیر، کبیر داس اور کبیرا سے مشہور تھے۔

4۔ (a لہرتارا
(b کتائی بنائی
(c ذات پات
(d بھجن، رام کی بھگتی

13.2

1۔ سوامی رامانند اور شیخ پیرتقی

2۔ (b) (c) (d) (f)

3۔ بُرا جو دیکھن میں چلا، بُرا نہ ملیا کوئے ـــــ جو دل کھوجوں آپنا، مجھ سے بُرا نہ کوئے۔

4۔ کبیر نے مقام کے 'ق' کو 'ک' لکھا ہے۔ عام لوگ اسے 'ک' ہی بولتے ہیں۔ ساتھ ہی آخری حرف میں الف بڑھا دینے کی روایت رہی ہے، اس لیے انھوں نے بھی اسے 'مکاما' لکھا ہے۔

13.3

1 (a) محبت
(b) فریب
(c) فانی
(d) پھولوں

2 کبیر جب مرگئے تو ہندوؤں کو یہ ضد تھی کہ ہم انھیں جلائیں گے اور مسلمانوں کو یہ ضد تھی کہ ہم انھیں دفن کریں گے۔ جب ان کی لاش سے چادر ہٹائی گئی تو کبیر کی لاش پھولوں کے ڈھیر میں بدل گئی تھی۔

3 ان تین باتوں میں سے پہلی بات ''محبت'' ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے محبت ہی سب سے بہتر اصول ہے۔ ہمیں دنیا کے ہر انسان اور چرند و پرند سے محبت کرنی چاہیے کیونکہ خدا ہر شے میں موجود ہے۔

4 موہ مایا کا مطلب ہے، دنیا میں جو دولت ہے، اسی کو اہم سمجھنا اور اس کے جال میں پھنس جانا، جب کہ اصل چیز خدا ہے، باقی ساری چیزیں نظر کا دھوکہ ہیں۔

13.4

1۔ جس طرح چلتی ہوئی چکی کے بیچ میں دانا پس جاتا ہے اور اس کی شکل بدل جاتی ہے۔ اسی طرح یہ آسمان اور زمین ایک چکی ہے جس میں انسان پس جاتا ہے۔ کبیر یہ دیکھ کر رو رہے ہیں کیونکہ دنیا میں آنے والا کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو ثابت بچ گیا ہو۔ یہاں آکر ہر انسان، پریشان ہو جاتا ہے، پس جاتا ہے، مرجاتا ہے۔

2۔ دیکھن کو آج دیکھنا اور ملیا کو ملا لکھتے ہیں۔

3۔ بووے کو 'بوئے''، واکو 'واس کو'، تاہی کو 'تا کہ'، آپنا کو 'اپنا' لکھتے ہیں۔